ریاست مدینہ میں معاشی قوانین

Economic Laws in the State of Medina

مقالہ نگار: انعمتا شاہد

ایم فل اسکالر، دی وویمن یونیورسٹی، ملتان

Email: shahidanamta495@gmail.com

معاون مقالہ نگار: خالدہ صدیقی

لیکچرر ، دی وویمن یونیورسٹی، ملتان

Email: drkhalidasiddique@wum.edu.pk

Abstract

The state of Medina was established in the name of Islam. All Islamic laws were prevalent in it. The economic system of the State of Medina was founded on justice, transparency and strong moral values. Economic laws in this model prohibited unethical and exploitative practices such as interest (usury), hoarding, deceit, fraud and manipulative bargaining. Trade was encouraged but regulated through principles of fairness and mutual consent in accordance with Islamic teachings. Additionally, moral prohibitions such as false oaths, adulteration, short-measuring, and breaking promises were strictly forbidden to preserve trust and honesty in economic dealings. This framework established a balanced and ethical economy, serving as a timeless example for contemporary societies seeking justice-driven economic reform.

Keywords: State of Medina, System of government and Economy of Medina and Economic Laws of Medina.

تمہید:

جب آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا اور آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں اور ریاستیں قائم تھیں بعض بڑی بڑی سلطنتوں کے قوانین بھی موجود تھے۔ ان میں کبھی مدون تاریخ کے دوران کوئی متمدن ریاست قائم نہیں ہوئی تھی۔ قبائل میں عام طور پر فیصلے عامتہ الناس کی مرضی اور جمہور کی رضامندی سے کیے جاتے تھے جس شخص کو قبیلے کا سربراہ چنا جاتا تھا وہ اکثر اپنے قبیلے کا سب سے نمایاں اور بعض حالات میں سب سے معمر فرد ہوتا تھا۔ سربراہ قبیلہ کی ذاتی صلاحیتیں اور اس کا شخصی کردار اس کے انتخاب میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا تھا۔ اس قبائلی سردار کی کامیابی اور ناکامی میں اکثر و بیشتر یہ سب چیزیں فیصلہ کن ثابت ہوتی تھی بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ قبیلے کے افراد کو نظر انداز کرنے کر کے کم سن لوگوں کو قبیلہ کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اپنے والد ابو قحافہ رضی اللہ تعالی عنہ کی موجودگی میں وہ قبیلہ کے سربراہ بنے اور ان کو اپنے قبیلے میں نمایاں ترین مقام حاصل ہوا اس لیے کہ اسلام سے پہلے ہی اہل قبیلہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابلہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ صلاحیتوں ، کردار اور شخصیت کے اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔

مدینہ میں کوئی قانونی نظام رائج نہیں تھا تو اس لیے آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک ریاست کی بنیاد رکھی جسے ریاست مدینہ کا نام دیا گیا۔ جب آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو وہاں پر اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے احکام کے مطابق قانون رائج کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ نے جن چیزوں سے منع فرمایا لوگ ان چیزوں سے رک جاتے اور یہی نظام مدینہ میں رائج ہو گیا اور اسی کو قانونی حیثیت حاصل ہو گئی۔ مثلاً سودی خرید

وفروخت کے معاملات، شراب، جوا جیسی چیزوں سے منع فرمایا ہے اور ان چیزوں کے بارے میں قرآن اور حدیث میں صریح حکم ہے۔

ریاست کے لغوی معنی:

ریاست کے لغوی معنی حکومت، راج، بادشاہت وغیرہ کے ہیں۔

ریاست کے اصطلاحی معنی:

ریاست ایک ایسا منظم سیاسی و قانونی نظام ہوتا ہے جو ایک مخصوص جغرافیائی حدود میں بسنے والے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے، جن پر ایک خود مختار حکومت حکمرانی کرتی ہے۔

ریاست مدینہ کا تعارف:

ریاست مدینہ ایک ایسی ریاست تھی جو622ء میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے چند دنوں بعد 623ء سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے 22 دن بعد یعنی تقریباً جولائی 656ء تک مدینہ منورہ میں قائم رہی۔ اس کے بعد خلافت کو کوفہ منتقل کر دیا گیا۔ اس ریاست کی بنیاد حضرت محمد ﷺ نے رکھی تھی۔ ریاست مدینہ ایک اسلامی ریاست تھی جس کا دستور حقیقی بنیادوں پر قرآن و سنت تھا۔ اس ریاست میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی عادلانہ حقوق حاصل تھے۔[1]

ریاست مدینہ میں نظام حکومت:

ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ میں 5 قبائل رہتے تھے جن میں 2 قبیلے (اوس اور خزرج) عربوں کے اصل مدنی باشندے تھے اور 3 قبیلے (بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ) یہود کے قبیلے تھے جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ میں آخری نبی کے انتظار میں رہنے آئے تھے۔ آپ ﷺ کی آمد سے قبل یہود کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اوس اور خزرج آپس میں مسلسل جنگوں میں مصروف رہتے تھے اور جنگوں کے مالی بوجھ کی وجہ سے یہود سے اپنی جائیدادیں گروی رکھ کر قرض کیا کرتے تھے۔ ان جنگوں کی وجہ سے عرب کے دونوں قبائل کمزور ہوتے جاتے جبکہ یہود طاقت پکڑتے رہے۔[2]

رسول ﷺ کی آمد سے مدینہ میں دیرینہ امن قائم ہوا اور مہاجرین کی آمد کی وجہ سے مدینہ کو سماجی اعتبار سے وسعت ملی۔ اس دور میں اترنے والی سورتوں میں اسی فیصد سے زیادہ احکامات معاشرت کی فلاح کے بارے میں تھے۔ اس طرح مدینہ ایک فلاحی ریاست کی صورت اختیار کر گیا۔ مدینہ کی معاشرت ایسی مثالی ریاست ثابت ہوئی جس میں مسلمان اور غیر مسلم ہر دو گروہوں کو امن اور انصاف تک یکساں رسائی حاصل تھی۔ ہر فرد کو اپنی معاشرت اور معیشت کو بہتر بنانے کے لئے مواقع فراہم ہوئے۔ جن سے مدینہ کی تمدنی حالت میں بہت بہتری آئی۔ یہاں مرد تو کجا ریاست میں خواتین بھی جنگ دامن میں معاشرتی ارتقاء میں اپنا متحرک کردار ادا کرنے لگیں۔

ریاست مدینہ میں معاشی قوانین:

- ممنوع تجارت
- اسلامی معیشت میں ممنوع اخلاقیات

ممنوع تجارت:

ممنوع تجارت میں سودے بازی، دھوکہ وفریب اور سود وغیرہ شامل ہیں۔

سودے بازی:

- کھجور یا انگور کے باغ کا پھل پکنے سے پہلے ہی خشک کھجور یا خشک انگور کا سودا کر لینا ممنوع تجارت تھا۔

- کھیتی کا اس کے پکنے سے پہلے ہی سودا کر لینا۔
- کسی باغ کی پیداوار کا موجودہ فصل کی بجائے چند سالوں کے لیے پیشگی سودا طے کرنا۔
- زمین کی کٹائی کسی کو اپنی زمین کاشت کے لیے دینا اور اس کے عوض حصہ وصول کرنا۔[3]
- کسی باغ کا سودا کرتے وقت چند درختوں کی یا کھیتی کا معاملہ کرتے وقت مخصوص خطہ زمین کو اپنے لیے الگ کر لینا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ، مخابرہان دونوں (ابوزبیر اور سعید) میں سے ایک نے کہا: کئی سالوں کے لیے بیع کرنا ہی معاومہ ہے۔ اور استثناء والی بیع سے منع فرمایا اور عرایا (کو خشک پھل کے عوض بیچنے) کی اجازت دی۔[4]

دھوکہ اور فریب:

- اپنا کپڑا یا رومال وغیرہ کسی تجارتی مال پر (خصوصاً کپڑے کے تھانوں پر) پھینکنا کہ جس تھان پر رومال جائے گا اس کی اتنی قیمت پر سودا کیا جائے گا۔
- آنکھیں بند کر کے یا رات کے اندھیرے میں کسی تجارتی مال پر (خصوصاً کپڑے کے تھانوں پر) ہاتھ لگانا اور یہ بات پہلے طے کر لینا جس مال پر ہاتھ لگے وہ اتنے کا ہوا۔
- کنکری پھینک کر سودا کرنا کہ جس چیز پر کنکری جائے گی وہ اتنے کی ہوگی۔
- جب کسی چیز کی مقدار، صفت یا مدت معلوم نہ ہو تو یہ بیع غرر کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک ماہی گیر سے یہ سودا کرنا کہ اس مرتبہ جال میں جتنی مچھلیاں آئیں، وہ اتنے پیسوں میں خریدی جائیں گی۔ اس صورت میں، خریدار اور ماہی گیر دونوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ جال میں مچھلیاں آئیں گی بھی یا نہیں، اور اگر آتی ہیں تو کتنی؟ یہ بیع دھوکہ کی بیع ہے۔[5]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیع غرر اور بیع حصاۃ (کنکریاں پھینکنے کی بیع اور دھوکہ کی بیع) سے منع فرمایا ہے۔[6]

- لاچار یا ضرورت مند آدمی سے سودا بازی، جو اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنی اونے پونے میں بیچنے پر مجبور ہوتا ہے۔
- بائع کی طرف سے کچھ ایسے لوگ مقرر ہوں جو خریدار کو دیکھ کر عین موقعہ پر آجائیں اور سامان کی قیمت بڑھادیں تاکہ خریدار کو زیادہ قیمت پر پھانس لے۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لاچار و مجبور کا مال خریدنے سے اور دھوکے کی بیع سے روکا ہے، اور پھل کے پکنے سے پہلے اسے بیچنے سے روکا ہے۔[7]

- (سائی یا بیانہ دینے والے سودے) کسی چیز کا سودا کر لینا اور کچھ رقم بطور بیعانہ دے کر یہ شرط کر لینا کہ اگر اتنی مدت میں رقم ادا نہ ہوئی تو بیعانہ ضبط یا اگر بیعانہ وصول کرنے والا چیز نہ دے سکے تو بیعانہ کے ساتھ اتنی مزید رقم کا حرجانہ ادا کرے۔

سود:

- اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ سود، کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اعلان جنگ ہے۔

سود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً -وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[8]

ترجمہ: "اے ایمان والو! دُگنادر دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمھیں کامیابی مل جائے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سود حرامِ قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ کرلینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے "اے ایمان والو" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔-

- **سود کو اللہ تعالیٰ گھٹاتے ہیں۔**

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ-وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ[9]

ترجمہ: "اللہ ہلاک کرتا ہے سُود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے جبکہ صدقہ و خیرات کو زیادہ کرتا ہے، دنیا میں اس میں برکت پیدا فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا اجروثواب بڑھاتا ہے۔

- **سود خور سے اللہ کا اعلان جنگ:**

قرآن وسنّت سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر کبیرہ گناہوں کی سزا میں اس قدر شدت بیان نہیں کی گئی جتنی سُود کی سزا میں بیان کی گئی ہے۔یعنی اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

- **سود کے معاملات میں سب لوگوں پر لعنت:**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: "(گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔"[10]

ذخیرہ اندوزی:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: " « جلب » کرنے والا روزی پاتا ہے اور (ذخیرہ اندوزی) کرنے والا ملعون ہے"[11]

بیوتجارت:

- سلف بیع میں کسی چیز کا موسم آنے سے کچھ عرصہ پہلے سودا کر لیا جاتا ہے اس سودے میں چار چیزوں کا تعین کرنا ضروری ہے (جنس قیمت مقدار اور مدت) اور پورے رقم کی پیشگی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔یہ تجارت جائز ہے۔تاہم کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ وزن میں ہونی چاہیے۔[12]

- نیلام یا بذریعہ بولی اپنی چیز کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا یہ صورت بھی جائز ہے۔بلکہ خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں بیٹھ کر کئی بار اشیاء نیلام فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ بیچا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "یہ ٹاٹ اور پیالہ کون خریدے گا؟

ایک آدمی نے عرض کیا: میں انہیں ایک درہم میں لے سکتا ہوں"، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟" تو ایک آدمی

نے آپ کو دو درہم دیا، تو آپ نے اسی کے ہاتھ سے یہ دونوں چیزیں بیچ دیں۔[13]

اسلامی معیشت میں ممنوع اخلاقیات:

جھوٹی قسم:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تین لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات چیت کرے گا، اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا" آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے تہبند کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، جھوٹی قسم کھا کر اپنے سامان کو بیچنے والا، دے کر بار بار احسان جتانے والا"۔[14]

ملاوٹ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کہیں سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص دودھ بیچ رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے دودھ دیکھا تو اس میں پانی ملا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اس وقت تیرا کیا حال ہو گا، جب قیامت کے دن تجھے کہا جائے گا کہ دودھ سے پانی علیحدہ کر۔[15]

ناپ تول میں کمی:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے ناپ تول میں سب سے برے تھے، اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: «ویل للمطففین» "خرابی ہے کم تولنے والوں کے لیے الخ" اتاری اس کے بعد وہ ٹھیک ٹھیک ناپنے لگے۔[16]

وعدہ خلافی

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کہی تو جھوٹ کہی، امانت دی گئی تو اس نے اس میں خیانت کی اور وعدہ کیا تو اسے پورا نہیں کیا۔"[17]

مدینہ میں معیشت:

1. زراعت و گلہ بانی:

مدینہ کی سرزمین زرخیز تھی اور وہاں پانی بھی وافر مقدار میں موجود تھا۔ اس کے علاوہ بارشوں کا مستقل نظام ہونے کی وجہ سے مدینہ کے باشندوں کا زیادہ تر ذریعہ معاش زراعت اور گلہ بانی تھا۔ زراعت میں مدینہ کے باشندے گندم، جو، کھجور، اور انگور کی کاشت کرتے تھے۔ ان فصلوں کی کاشت کے لیے وہ کھیتوں کو بارش اور کنویں سے سیراب کرتے تھے۔ گلہ پانی میں وہ اونٹ، گائے، اور بھیڑیں پالتے تھے۔ ان جانوروں سے وہ گوشت، دودھ اور اون حاصل کرتے تھے۔[18]

2. مال غنیمت:

مال غنیمت سے مراد وہ مال و اسباب ہیں جو مسلمانوں نے قتال میں فتح کے بعد حاصل کیے ہیں۔ اس دولت میں جنگی سامان، زرعی پیداوار، مویشی، اور دیگر سامان شامل ہیں۔ مال غنیمت کے حصول سے مسلمانوں کے پاس دولت کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا، جس سے ان کی معیشت کو مضبوطی ملی۔ مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے مختص ہوتا تھا، باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جاتے تھے۔

3. جزیہ:

جزیہ ایک مخصوص رقم ہے جو غیر مسلموں کو مسلمانوں کی حکومت کے تحفظ کے بدلے میں ادا کرنی ہوتی ہے۔ جزیہ کی رقم مسلمانوں کی فوجوں کی تنخواہوں، سرکاری اخراجات، اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ جزیہ کے حصول سے مسلمانوں کی حکومت کو ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ مل گیا، جس سے ان کی معیشت کو استحکام ملا۔ جزیہ کی شرح مختلف علاقوں اور لوگوں کے حالات کے مطابق مختلف ہوتی تھی۔ عام طور پر یہ ایک دینار یا ایک مثقال سونا ہوتی تھی۔

4. **خراج:**

خراج ایک مخصوص رقم ہے جو مسلمانوں کی حکومت کے زیر حکومت علاقوں کے باشندوں کو ادا کرنی ہوتی ہے۔ خراج کی رقم حکومت کے اخراجات اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ خراج کے حصول سے مسلمانوں کی حکومت کو ایک بڑی آمدنی حاصل ہوئی، جس سے ان کی معیشت کو مضبوطی ملی۔ خراج کی شرح بھی مختلف علاقوں اور زمینوں کی پیداوار کے مطابق مختلف ہوتی تھی۔ عام طور پر یہ زمین کی پیداوار کا ایک حصہ ہوتا تھا۔

5. **زکوۃ اور صدقات:**

زکوۃ اور صدقات کی وجہ سے فقراء و مساکین کو اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد ملتی تھی۔ اس سے ان کی زندگی میں آسانی آتی تھی اور وہ خوشحال زندگی گزار سکتے تھے۔

6. **صنعت و حرفت:**

مدینہ میں رہنے والے یہود مختلف صنعتوں اور حرفتوں میں ماہر تھے۔ ان میں سے کچھ اہم صنعتوں اور حرفتوں میں زرگری، لوہاری، تجاری اور کپڑے بنانا شامل تھے۔ یہودی اپنے ہنر میں بہت ماہر تھے اور ان کی مصنوعات پورے عرب میں مشہور تھیں۔

مدینہ کا نظام حکومت:

ریاست مدینہ میں خود رسول اللہ ﷺ حکمران کی حیثیت سے تھے مختلف قبائل اور مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کے مطابق معلومات طے کرنے اور فیصلے کرنے کا اختیار تھا جب تک کہ ان کا باہمی اختلاف نہ ہو جائے۔ اگر باہمی اختلاف ہو بھی جائے تو پھر آخری فیصلہ خود نبی کریم ﷺ انہی کے قانون کے مطابق کرتے۔ رسول اکرم ﷺ کو حاکم مدینہ سے بڑھ کر اللہ کا سچا رسول مانا جاتا تھا۔ آپ کی خوشنودی کو اللہ کی خوشنودی اور آپ ﷺ کی ناراضگی کو اپنی نقصان مانتے تھے ان وجوہات کی بنا پر اہل مدینہ میں اصولوں کی پاسداری ہونے لگی۔ قانون کی بالادستی اور مساوات میں مدینہ کی ریاست نے مثالی کردار پیش کیا۔ عزت کی بنیاد قوم نسل اور مال و دولت کی بجائے نیکی اور پاک بازی مان لی گئی تھی۔ طاقت کو سہولت سے زیادہ ذمہ داری مانا جاتا تھا جس کی وجہ سے ہر طاقتور کمزور سے زیادہ مصلح مزاج بن چکا تھا۔

عصر حاضر:

ریاست مدینہ ایک ایسی ریاست تھی جو اپنے وقت سے بہت آگے تھی۔ اس ریاست میں انسانی حقوق، مساوات، امن و امان اور اسلام کے اصولوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ لیکن عصر حاضر میں کوئی ایسا قانون یا اصول نظر نہیں آتا جن کے مطابق لوگ اپنی زندگی گزار سکیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمائے ہوں بلکہ سب لوگوں نے الگ الگ اصول بنائے ہوئے ہیں جیسے کہ ہم بازاروں میں جائیں اور کپڑا خریدیں تو ایک دکان پر اس کی قیمت الگ ہوگی اور دوسری دکان پر اگر وہی کپڑا خریدنے کے لیے جائیں تو اس کی قیمت الگ ہوگئی جبکہ اللہ اور آپ ﷺ نے اس طریقے کا کاروبار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ بحث:

اس تحقیقی مقالے میں ریاست مدینہ کے معاشی قوانین معیشت اور نظام حکومت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ریاست مدینہ عصرِ حاضر میں کس حد تک قائم ہے مقالے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست مدینہ ایک مثالی ریاست تھی جس نے اپنے وقت سے بہت آگے کے اصولوں پر عمل کیا۔ ریاست مدینہ میں مساوات انصاف اور مذہبی ازادی کے اصولوں کو قائم کیا گیا ریاست مدینہ کا معاشرہ متنوع اور جامع تھا جس میں مسلمان یہودی اور دیگر گروہ امن اور ہم اہنگی سے رہتے تھے ریاست مدینہ کی معیشت زراعت تجارت اور صنعت پر مبنی تھی۔ ریاست مدینہ عصرِ حاضر سے اس طرح متعلق ہے کہ یہ ایک منصفانہ معاشرہ بنانے کا ماڈل فراہم کرتی ہے۔

حوالہ جات

---

1 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام(1985)السیرۃ النبویۃ بیروت: دار المعارف ابن: شام، جلد1، ص:503-502

2 ایضا، ص:519-518

3 حبیب الرحمن گیلانی، ڈاکٹر، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، مکتبہ السلام گلی نمبر20 دارالسلام وسن پورہ، لاہور، جولائی 2003ء، ص:153

4 صحیح مسلم، کتاب البیوع، بابالنَّهْيِ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَعَنِ الْمُخَابَرَةِ وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ بُدُوِّ صَلاَحِهَا وَعَنْ بَيْعِ الْمُعَاوَمَةِ وَهُوَ بَيْعُ السِّنِينَ، حدیث 3913۔

5 حبیب الرحمن گیلانی، ڈاکٹر، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، مکتبہ السلام گلی نمبر20 دارالسلام وسن پورہ، لاہور، جولائی 2003ء، ص:157-156

6 سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب: النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ، حدیث:2194

7 سنن ابي داود، كِتَاب الْبُيُوعِ، باب فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ، حدیث:3382

8 آل عمران:130

9 البقرہ:276

10 صحیح مسلم، كِتَاب الْمُسَاقَاةِ، باب لَعْنِ آكِلِ الرِّبَا وَمُؤْكِلِهِ، حدیث:4093

11 سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب: الْحُكْرَةِ وَالْجَلَبِ، حدیث:2153

12 صحيح البخاري، كِتَاب السَّلَمِ، باب السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ، حدیث:2240-2239

13 سنن ترمذي، كتاب البيوع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي بَيْعِ مَنْ يَزِيدُ، حدیث:1218

14 سنن نسائي، كتاب البيوع، باب: الْمُنَفِّقِ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ، حدیث:4463

15 شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب ادا ئھا الی اہلھا، جلد:4، صفحہ:334، حدیث:5310۔

16 سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب: التَّوَقِّي فِي الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ، حدیث:2223

17 صحيح البخاري، كِتَاب الشَّهَادَاتِ، باب مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ، حدیث:2682

18 ابن سعد، محمد ابن سعد، الطبقات الکبری جلد1، بیروت: دار الکتب العلمیہ1996ء 234-235